پاکستان میں مروجہ جمہوری سیاسی نظام کا جائزہ
تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر محترم، حضرات علماء کرام اور معزز حاضرین!

موضوع پر گفتگو سے پہلے میں آج کے دن کے حوالے سے اپنے اس عقیدے کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی کا نہیں اس کائنات کا سعید ترین دن وہ تھا جس میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے ۱۲/ ربیع الاول کو صرف ظہورِ قدسی نہیں ہوا بلکہ عالمِ نو طلوع ہوا۔ اس تاریخ کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہانِ خاکی میں قدم نہیں رکھا بلکہ تاریخ عالم نے نئے سفر کا آغاز کیا۔ آپ کی تشریف آوری سے دنیا کو شرفِ انسانی کا حقیقی اندازہ ہوا۔ سورج، چاند اور ستاروں کی چمک سے مرعوب ہو کر انہیں معبود بنانے والے انسان کو اپنی حرمت اور مقام سے آگہی ہوئی، جو انسان بھوت، پریوں اور واہموں کا اسیر تھا، ظہور قدسی کے بعد صحرا و دریا اس کی ٹھوکروں کی زد میں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر سرکارِ دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاکدان ہستی کو نورِ توحید سے روشن نہ فرماتے تو آج ہم بھی کسی مندر میں کسی مورتی کے آگے ماتھا ٹیکے بھجن گا رہے ہوتے۔ اس نعمتِ توحید اور ایمان بالرسالت پر برسوں سربسجود رہ کر حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل و کرم اور بے پایاں احسان و انعام کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جس محبوبِ خدا کی اُمت میں سے ہونے کی تمنائیں انبیاء و سابقین نے کی ہوں اس امت میں کسی درخواست کے بغیر ہم ایسے گنہگاروں کو پیدا فرمانا حق تعالیٰ شانہٗ کا ایسا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنے سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔

توحیدِ خداوندی کے بعد کائنات کی دوسری بڑی حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

نے جس ٹھوس عقیدے اور جامع نظام کی بنیاد رکھی اس کی کوئی اور نظیر موجود نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کم و بیش ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے پیغمبر تشریف لائے ان میں سے صرف دو چار پیغمبر ایسے ہیں جنہیں منصب نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا کی گئی لیکن اس کی کامل ترین شکل حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں ظہور پذیر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاجدار ختم نبوت بھی تھے اور بادشاہِ وقت بھی، آپ نے جہاں شریعتِ مطہرہ کے احکام و اصول بتائے وہاں حکمرانی کے اسرار و رموز بھی سکھائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کی وجہ سے جزیرہ نمائے عرب سے باہر کی دنیا ایک نئے انسان سے متعارف ہوئی۔ آپ سے پہلے عرب کا بدور ہزن تھا اب رہبر کے منصب پر فائز ہوگیا۔ اس سے پہلے وہ قتل وغارت کا خوگر تھا اب عفو ورحمت کا پیامبر ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ خود پرست تھا اب خدا پرست ہوگیا اس سے پہلے وہ جاہلیت کا پیکر تھا اب وہ معرفت کا درس دینے لگا اور لطف یہ کہ اتنے عظیم الشان انقلاب کے پیچھے کوئی فوج اور سپاہ نظر نہیں آتی۔ فقط اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کارفرما رہی۔

اس ضروری تمہید کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پاکستان کے مُروّجہ جمہوری سیاسی نظام کا جائزہ لیتے ہیں۔ پاکستان اس لحاظ سے خوش قسمت ملک ہے کہ اس کی عمارت نظریۂ اسلام کی بنیادوں پر استوار ہے اس کا اینٹ، گارا، پتھر اور سیمنٹ، مسالہ اور رنگ سارے کا سارا اسلام ہے پاکستان کے اسلامی تشخص کو واضح کرنے کے لئے مارچ ۱۹۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی سے منظور شدہ قرار دادِ مقاصد کا حوالہ کافی ہے جسے ۱۹۸۵ء میں آئین کے آرٹیکل ۲ (الف) کے طور پر دستور کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔ ملک میں نظام حکومت کے خدوخال کی تعیین کے لئے اس قرارداد کے یہ نکات بالکل واضح ہیں۔

(۱) چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکمِ مطلق ہے، پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا وہ ایک مقدس امانت ہے۔

(۲) چونکہ پاکستان کے جمہور کی منشاء ہے کہ ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں ''مملکت'' اپنے اختیارات و اقتدار کو جمہور کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی جس میں جمہوریت، آزادی، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں پر جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے پوری طرح عمل کیا جائے گا۔

(۳) جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق، جس طرح قرآن پاک اور سنت میں اس کا تعین کیا گیا ہے ترتیب دے سکیں۔

(۴) پاکستان عدلِ عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگا۔ ۱۹۵۶ء میں پاکستان کا پہلا دستور مرتب ہوا۔ اس کے آرٹیکل ۱۹۸ (۱) میں طے کیا گیا کہ ''ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآنِ پاک

اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے منافی ہو' اور موجودہ قوانین کو ان احکام کے مطابق بنایا جائے گا ۱۹۵۶ء کے آئین کو ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب خان مرحوم نے مارشل لاء لگا کر منسوخ کر دیا اور ۱۹۶۲ء میں قوم کو ایک نیا آئین دیا تاہم اس آئین میں بھی اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل کی تشکیل کا فیصلہ موجود تھا جس کا مقصد مرکزی وصوبائی حکومتوں کو ایسی سفارشات کرنا تھا جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں ہر لحاظ سے اسلامی نظریات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنایا جاسکے۔

۱۹۷۳ء میں قوم کو ایک متفقہ آئین نصیب ہوا۔ ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلام کو ریاست کا دین قرار دیا گیا، آرٹیکل ۲۲۷ (ا) میں بصراحت قرار دیا گیا کہ "تمام موجود قوانین کو قرآنِ پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو ۱۹۷۳ء کے آئین میں صدر اور وزیر اعظم کے لئے مسلمان ہونے کی شرط بھی عائد کی گئی اور "اسلامی نظریاتی کونسل" کے نام سے ایک آئینی ادارہ تشکیل دیا گیا جو پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو سفارشات پیش کرتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۲۲۹ کے تحت اگر کونسل کسی قانون کو اسلامی تعلیمات کے مخالف قرار دے تو پارلیمنٹ صوبائی اسمبلیاں، صدر، وزیر اعظم، گورنر وغیرہ اس قانون پر نظر ثانی کرنے کے پابند ہوں گے ۱۹۷۳ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم کے تحت "وفاقی شرعی عدالت" کا ادارہ بھی وجود میں آیا جس کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملکی قوانین کا جائزہ لے اور قرآن وسنت کے خلاف قوانین کی نشاندہی کرے تا کہ انہیں اسلام کے مطابق ڈھالا جاسکے۔

یہ تفصیل اس لئے عرض کی گئی کہ جہاں تک پاکستان کے موجودہ جمہوری سیاسی نظام کا تعلق ہے تو آئین و دستور کی حد تک وہ اسلامی ہے مگر اسلامی شورائیت، عدل وانصاف، وسائل کی صحیح تقسیم، خود احتسابی، خدمت خلق، امانت الٰہی اور اطاعتِ خدا ورسول کے حوالے سے ہمارا ریکارڈ قابلِ فخر نہیں۔ آئین کی یہ شقیں بہت خوش کُن اور خوش نُما ہیں لیکن عوام اسلامی نظام کی برکات وثمرات سے محروم ہیں نیکی کے مقابلہ میں برائی کا گراف زیادہ بلند ہوتا جا رہا ہے عوام کے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی دائروں میں اجتماعی طور پر اسلام کی پابندی نظر نہیں آتی۔ حکمران یہ چاہتے ہیں کہ اسلام اس طریقے سے نافذ ہو کہ وہ اس کے ذریعے دوسروں کی گرفت تو کر سکیں لیکن ان کی گرفت نہ ہونے پائے، لوگ نیکی اور تقویٰ کے اس معیار پر پہنچ جائیں کہ جرائم ختم ہو جائیں، قانون کا احترام ہونے لگے، خرابیاں خود بخود معدوم ہو جائیں لیکن حکمران اس کے بدلے میں خود جو چاہیں کرتے پھریں انہیں کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔

آئین کی اسلامی شقوں کے باوجود ہمارا معاشرہ کرپشن اور بد دیانتی کی ایسی دلدل میں دھنستا جا رہا ہے جس سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ معمولی بااختیار سرکاری کارندے سے لے کر بہت بلند و بالا

کُرسیوں پر بیٹھنے والے، رشوت لینے، کمیشن کھانے، مال بنانے اور سرکاری خزانے لوٹنے سے نہیں شرماتے۔ اگر آئین وقانون کے مُحافظ دیانت وامانت کو اپنا شعار بنالیں تو کوئی وجہ نہیں کہ چھوٹے سرکاری اہل کار اُن کے نقش قدم پر نہ چلیں۔

مسلم فوج کے کمانڈر حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کے محاذ سے بہت سارا مالِ غنیمت مدینہ منورہ بھجوایا اور ساتھ ہی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا کہ آپ کے سپاہیوں کی دیانت وامانت اس لحاظ سے قابلِ داد ہے کہ محاذِ جنگ پر دشمن سے حاصل ہونے والی ایک سوئی بھی کسی سپاہی نے اپنے پاس نہیں رکھی بلکہ بیت المال میں جمع کرادی ہے جب یہ خط حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو حضرت علی المرتضیٰؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو خوشی سے آنکھوں میں آنسو جھلک آئے، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے کہ امیر المؤمنین اس میں سپاہیوں کی دیانتداری اس قدر قابلِ رشک نہیں جتنا کہ آپ کی دیانتداری، اگر آپ دیانتدار اور امانت دار نہ ہوتے تو سپاہیوں میں یہ چیز کبھی پیدا نہ ہوتی۔

اس وقت دنیا میں ''جمہوریت'' کا نعرہ سکۂ رائج الوقت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے صرف پیش نہیں کیا عملاً کر کے دکھایا اس کی معمولی نظیر دنیا کے بڑے بڑے جمہوری ممالک میں نہیں ہے مر۔ وجہ جمہوریت میں پارلیمنٹ سے باہر کسی فرد کی رائے کا کوئی وزن نہیں خواہ اس کی بات کتنی ہی معقول اور مدلّل ہو۔ نمائندگی اور رائے دہی کا حق صرف اسی کو ہے جو جوڑ توڑ کر کے یا عوام کو سبز باغ دکھا کر کسی نہ کسی طرح اسمبلی میں پہنچ جائے، جبکہ اسلام میں جمہوریت آزادی رائے اور حُرّیتِ فکر کا مطلب یہ ہے کہ ایک عام آدمی بھی سربراہِ مملکت پر تنقید کر سکتا ہے اور اسے اس کی غلطی پر ٹوک سکتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ امتحاناً مسجد میں حاضرین سے پوچھا کہ اگر تم عمرؓ میں کوئی کجی پاؤ تو کیا کرو گے؟ دو مرتبہ تو لوگ احتراماً خاموش رہے تیسری مرتبہ دریافت فرمانے پر ایک بدو نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا ''لو وجدنا فیک اعوجاجا لقومناہ بسیوفنا'' کہ اگر ہم نے آپ میں کوئی ٹیڑھا پن پایا تو اسے اپنی تلواروں سے سیدھا کر دیں گے۔ یہ صحیح اسلامی جمہوریت تھی جس کا سبق خلفاء راشدینؓ نے درس گاہِ نبویؐ سے حاصل کیا تھا۔

پاکستان کے موجودہ سیاسی جمہوری نظام کی تعریف میں ہم جس قدر چاہیں زمین وآسمان کے قلابے ملائیں مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ ملک کی اکثریت بجلی جیسی بنیادی ضرورت سے محروم ہے۔ کروڑوں افراد کو پینے کے لئے صاف پانی میسر نہیں تعلیم اور صحت کی سہولتیں صرف امراء کو حاصل ہیں ملک کے ۶۵ فیصد سے زیادہ عوام خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان حالات میں ہم اگر اپنے نظام کو تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں دیکھیں تو ندامت اور احساس جرم کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

اسلام نے عوامی نمائندوں اور سرکاری عُمّال کے لئے جو شرائط عائد کی ہیں اگر ہم صرف انہی پر عمل پیرا ہو جائیں تو آئین کی تمام شقوں پر اُن کی روح کے مطابق عمل ہو سکتا ہے مثلاً وہ فرد مسلمان ہو، صادق و امین ہو، سلیم الحواس ہو، شریعت کے ضروری احکام سے باخبر ہو، آج ہمارے لیڈروں میں کتنے حضرات ایسے ہیں جنہیں آپ دل پر ہاتھ رکھ کر ''صادق'' اور ''امین'' کہہ سکتے ہیں حالانکہ ان کے صادق و امین ہونے کی شرط ہمارے آئین میں بھی موجود ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے پہلے خلیفہ راشد کا قبل از اسلام نام ''عبدالکعبہ'' تھا قبولِ اسلام کے بعد وہ ''عبداللہ'' قرار پائے۔ اُن کی کنیت ''ابوبکر'' تھی مگر تاریخ انہیں ''صدیق اکبر'' کے نام سے یاد کرتی ہے یعنی ''سب سے بڑا سچا اور راست باز'' اس ایوان میں حکومت کی ذمہ دار شخصیات تشریف فرما ہیں انہیں اس حقیقت کی یاددہانی کرانے میں حرج نہیں کہ تمام تر تکوینی، تشریعی، آئینی اور سیاسی طاقتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے حاکمیت اعلیٰ اور حاکمیت مطلقہ اُسی کی ہے:

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بُتانِ آزری

اور یہ بھی حقیقت نفس الامری ہے کہ دنیا کے کسی بھی نظام تمدن میں چاہے وہ بادشاہت ہو یا جمہوریت ہو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی طاقت ایسی ہوتی ہے کہ تمام زمامِ کار اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے خواہ وہ کوئی ادارہ ہو جیسے پارلیمنٹ یا کوئی طبقہ ہو مثلاً فوج، مگر اسلام میں حقیقی یا نمائشی حاکم اعلیٰ کا کوئی تصور نہیں۔ پردۂ اقتدار پر متحرک نظر آنے والے سب امین اور جوابدہ ہیں۔ ہمہ جہت مطلق اور کُلّی اختیار کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔

آئینی و سیاسی حاکمیت کے سلسلہ میں دو آیتیں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہیں:

(۱) **الا له الخلق و الامر** (اعراف)۔ خبردار خلق اسی کی ہے امر بھی اسی کا چلے گا۔

دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے: **ان الحکم الا للّٰہ** (المائدہ) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون میں کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز شخص سرِ مُو تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں حتیٰ کہ اس کا اختیار کسی رسول اور نبی کو بھی نہیں ارشادِ خداوندی ہے:

''اے محمد کہہ دو میں اس کتاب کو اپنی طرف سے بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا میں تو اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے (یونس)

آج کل ''تھیوکریسی'' کے لفظ کو کسی خاص طبقے کی حکومت سمجھ لیا گیا ہے چنانچہ جدید تعلیم یافتہ حضرات اس پر بڑی لے دے کرتے ہیں لیکن آپ حضرات جانتے ہیں کہ تھیو (Theo) یونانی زبان میں خدا کو کہتے ہیں اور

کریسی (Cracy) کا معنیٰ حاکمیت ہے اس طرح تھیوکریسی کا مطلب ہے ''خدا کی حاکمیت'' اصل معنیٰ کے اعتبار سے یہ تصور بڑا مبارک ہے لیکن اب یہ لفظ ''مذہبی پیشواؤں کی حاکمیت'' کے معنیٰ میں بولا جاتا ہے۔ بانیانِ پاکستان نے جب ملک بناتے وقت کہا تھا کہ پاکستان میں ''تھیوکریسی'' نہیں ہوگی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ یہاں مذہبی پیشواؤں کی آمریت یا حکومت نہیں ہوگی اور جب ہم کہتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی جمہوریت ریاست ہونا چاہئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان، اسلام کی ایک تجربہ گاہ ہے جس میں اسلام کے آفاقی و عالمگیر نظام کے مطابق ایسا نظامِ حکومت ہونا چاہئے جو یہاں کے رہنے والوں کے لئے دنیا وآخرت کی فلاح کا ضامن ہو اور ہر شخص کو یہاں اپنے مذہب اور تہذیب کے ساتھ زندہ رہنے کا حق ہو۔

پاکستان کا نام ہی اس کی حقیقت کا تعارف کرا رہا ہے۔ یعنی ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' پاکستان صرف جمہوریہ نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں عوام کے نمائندے اسلام کی پابندی کے ساتھ حقِ حکمرانی استعمال کریں گے۔ میں اس پیغام کے ساتھ اجازت چاہوں گا:

طرزِ جمہوریت نہ شانِ کجکلاہی چاہئے
جس کے بندے ہیں اسی کی بادشاہی چاہئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

(یہ مقالہ قومی سیرت کانفرنس ۲۰۱۵ اسلام آباد میں پڑھا گیا)

اللہ تعالیٰ اس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو مؤمن ہے، لیکن بار بار خطا میں مبتلا ہو جاتا ہے، مگر توّاب بھی ہے، کثیر التوبہ ہے۔ بار بار توبہ کرتا ہے، توبہ میں انتہائی مبالغہ کرتا ہے، ندامت سے قلب وجگر اَللہ کے حضور پیش کرتا ہے، سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیتا ہے، یہ بھی اَللہ کا محبوب ہے، بندہ ٔ مؤمن مبتلائے فتنہ کثرتِ توبہ کی برکت سے اَللہ تعالیٰ کے دائرہ ٔ محبوبیت سے خارج نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ دو رکعت صلوٰۃِ توبہ پڑھ کر اَشک بار آنکھوں سے، تڑپتے دل سے اَللہ سے معافی مانگ لے، اَللہ تعالیٰ اسی وقت معاف کر دیتے ہیں۔ سمندر کا ایک قطرہ جو نسبت سمندر سے رکھتا ہے، اَللہ تعالیٰ کی غیر محدود شانِ غفاریت کے سامنے ہمارے گناہوں کی اتنی بھی حقیقت نہیں ہے۔

﴿ملفوظ: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ﴾